Fikr-o-Nasar (Islamabad) 43:2 (2005)

فکر و نظر............ اسلام آباد　　جلد: ۴۳　　شمارہ: ۲

حیوانی اعضاء و اجزاء سے استفادہ کی شرعی حدود

مبشر لاہوری ☆

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خالق کائنات نے زمین کی تمام اشیاء انسان کے فائدہ کی خاطر پیدا فرمائی ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ جاندار ہوں یا بے جان۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعا﴾(۱)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

البتہ ان اشیاء سے فائدہ حاصل کرنے کی بعض حدود و قیود بھی خالق کائنات نے اپنی نازل کردہ شریعت میں طے کر دی ہیں جن سے تجاوز کم از کم ایک مسلمان کو کسی طور پر بھی زیب نہیں دیتا۔ آئندہ سطور میں راقم الحروف، خالق کائنات کے پیدا کردہ حیوانات سے فائدہ حاصل کرنے کی شرعی حدود و قیود کو زیر بحث لائے گا۔ ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام اشیاء انسانوں کے لیے بنیادی طور پر حلال ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا آیت ہی سے ثابت ہوتا ہے۔ البتہ جن جن چیزوں کو قرآن و سنت میں حرام قرار دے دیا گیا ہے، ظاہر ہے وہ حرام ہی متصور ہوں گی۔ یہی بات فقہاء نے ایک قاعدے کی شکل میں اس طرح بیان کی ہے: "**الاصل فى الاشياء الاباحة**" (تمام اشیاء میں اصل حالت "اباحت" ہے)۔(۲)

اس قاعدہ کی تائید جس طرح مذکورہ بالا آیت سے ہوتی ہے، اسی طرح درج ذیل احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں:

۱۔ **عن سلمان الفارسیؓ قال سئل رسول اللّٰه...... الحلال ما احل اللّٰه فى كتابه والحرام ما حرم اللّٰه فى كتابه وما سكت عنه فهو مما عفى عنه.**(۳)

(حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے

☆ ریسرچ اسکالر آف اسلامک ریسرچ کونسل/ اسسٹنٹ ایڈیٹر ماہنامہ "محدث" لاہور

DMHL

خاموشی اختیار کی ہے ان کا شمار ان میں ہے جنہیں معاف (یعنی جائز) کیا گیا ہے'')

یہی روایت مسند بزار اور مستدرک حاکم میں بھی مرفوعاً مروی ہے اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

وما سکت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافية فان الله لم يکن ينسى شيئا. [۴]

اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی کا اظہار کیا ہے وہ معاف ہیں، لہذا اللہ کی عافیت کو قبول کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے نہیں ہیں''۔

حضرت ابوثعلبہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

ان الله فرض الفرائض فلا تضيعوها وحد حدودا فلا تعتدوها و سکت عن اشياء رحمة لکم غير نسيان فلا تبحثوا عنها. [۵]

''اللہ نے کچھ فرائض لازم کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو، اور کچھ حدود مقرر کی ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کرو اور بعض چیزوں سے خاموشی اختیار کی ہے ایسا کسی بھول چوک کی وجہ سے نہیں بلکہ تم پر رحم کرتے ہوئے کیا ہے۔ لہذا ان چیزوں کی تفتیش و کرید نہ کرو''۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا قاعدے کا تعلق معاملات سے ہے عبادات سے نہیں۔ معاملات کے حوالے سے ایک اور قاعدہ یہ بھی فقہاء نے بیان کیا ہے: **الاصل فی کل الاشياء الطهارة.** تمام چیزوں میں اصل طہارت ہے۔

اس قاعدہ کے بارے میں امام صنعانیؒ فرماتے ہیں: **والحق ان الاصل فی الاعيان الطهارة.** [۶] درست بات یہی ہے کہ اشیاء میں اصل طہارت ہی ہے۔

اسی طرح امام ابن تیمیہؒ نے اس قاعدے کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے:

الاصل فی الاعيان الطهارة فلا يجوز تنجيس شئ ولا تحريمه الا بدليل. [۷]

اشیاء میں اصل چیز طہارت ہے لہذا کسی چیز کو نجس اور حرام قرار دینے کے لیے دلیل مطلوب ہے۔

چونکہ ہمارا موضوع حیوانات سے متعلق ہے اِس لیے ان قواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے بلا تذبذب یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تمام حیوانات (چرند، پرند وغیرہ) بنیادی طور پر پاک اور حلال ہیں۔ البتہ جن حیوانات کو قرآن و حدیث میں واضح طور پر حرام قرار دے دیا گیا، وہ حرام اور جنہیں ناپاک قرار دے دیا گیا، وہ ناپاک ہیں اور جن کی حرمت بیان نہیں کی گئی وہ مذکورہ بالا اصول کی رو سے حلال اور جن کی ناپاکی کا ذکر نہیں کیا گیا وہ پاک ہیں۔ اس لحاظ سے حیوانات کی درج ذیل تین قسمیں بنتی

ہیں:

۱۔ پاک اور مأکول اللحم حیوانات

۲۔ پاک اور غیر مأکول اللحم حیوانات

۳۔ ناپاک اور غیر مأکول اللحم حیوانات

اب ذیل میں ان تینوں قسموں کی تفصیل درج کی جاتی ہے:

پہلی قسم: پاک اور مأکول اللحم حیوانات

پاک اور ماکول اللحم (یعنی حلال) حیوانات سے مراد وہ تمام حیوانات ہیں جنہیں قرآن و سنت میں حرام یا ناپاک قرار نہیں دیا گیا۔ قطع نظر اس سے کہ یہ تمام عہد نبویؐ میں کھائے جاتے تھے یا نہیں۔ اس میں کون کون سے حیوانات شامل ہیں، ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، باقی رہا ان میں سے حرام اور ناپاک حیوانات کا استثناء تو ان کا احاطہ قرآن و سنت کے دلائل کی رو سے کیا جا سکتا ہے (جیسا کہ آئندہ سطور میں ''دوسری قسم'' کے تحت ان کی نشاندہی کے اصول بیان کیے گئے ہیں)۔

حلال اور پاک جانوروں میں عام طور بکرا، مینڈھا، گائے، بھینس، اونٹ، ہرن، مرغی، کبوتر وغیرہ (خواہ مذکر ہوں یا مونث معروف ہیں۔ ان کے علاوہ بھی وہ تمام حیوانات ان میں شامل ہیں جنہیں قرآن و سنت یا اجماع اُمت کی رُو سے حرام یا ناپاک قرار نہیں دیا گیا)۔

حلال اور پاک جانوروں سے استفادہ کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ انہیں بطور غذا کھایا جائے اور دوسری یہ ہے کہ ان کے وہ اجزا جنہیں کھایا نہیں جاتا ان سے دیگر مقاصد کی تکمیل کے لیے فائدہ اٹھایا جائے۔

پہلی صورت:

جہاں تک انہیں بطور غذا کھانے کا مسئلہ ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ انہیں اللہ کے لیے، اللہ ہی کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر) ذبح کیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فکلوا مما ذکر اسم اللّٰہ علیہ﴾[۸]

جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ۔

﴿ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ وانّہ لفسق﴾[۹]

جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ، ایسا کرنا فسق ہے۔

اسی طرح حلال جانوروں کو شکار کرتے وقت ضروری ہے کہ تکبیر پڑھ کر گولی چلائی جائے اور اس گولی سے جانور کا خون بہہ نکلے۔

اگر بالفرض ان میں سے کوئی جانور ذبح ہونے سے پہلے طبعی یا حادثاتی طور پر مر جائے تو پھر اس کا کھانا کسی طرح بھی حلال نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

﴿**انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر**﴾[۱۰]

اس میں کوئی شک نہیں کہ تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔

لہذا مردار کو کھانا یا اس کا گوشت، چربی اور ہڈی وغیرہ کسی کھانے والی چیز میں ملانا بھی حرام ہے۔ البتہ مردار کے حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ دو طرح کے مردار نبی اکرمﷺ نے اس قرآنی حکم سے مستثنیٰ قرار دے کر جائز فرما دیئے ہیں: ایک مچھلی اور دوسری ٹڈی۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

احلت لنا میتتان و دمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال.[۱۱]

ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ مردار تو یہ ہیں: مچھلی، ٹڈی۔ جبکہ دو خون یہ ہیں: ایک وہ جو جگر کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو تلی میں ہوتا ہے۔

حلال جانور کے ذبح کر لینے کے بعد اس کا کھانا حلال ہو جاتا ہے تاہم اس سلسلہ میں درج ذیل باتیں قابل لحاظ ہیں:

۱۔ جانور کو ذبح کرتے وقت اس کی شریانوں سے جو خون بہتا ہے (اسے قرآن میں ''دم مسفوح'' کہا گیا)۔ یہ حرام ہے، اسے انسانوں کی کھانے پینے کی اشیاء میں استعمال کرنا قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کی رو سے حرام ہے۔ تاہم دو طرح کے خون اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا ابن عمرؓ کی حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔

۲۔ حیوانات کے گوشت وغیرہ سے ملحق گندگی کو صاف کرنا ضروری ہے خواہ وہ معدہ اور انتڑیوں میں ہو یا پیشاب کی شکل میں مثانہ میں۔ اسی طرح جگر سے ملحق زہر جو ''پتا'' کی شکل میں ہوتا ہے اس کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ گندگی کو تو بحیثیت گندگی صاف کرنا ضروری ہے جبکہ ''پتا'' کا مواد مضر صحت ہونے کی وجہ سے زائل کرنا ضروری ہے۔

۳۔ حیوانات کے بال، اُون اور پَر وغیرہ چونکہ غذا اور خوراک نہیں اس لیے انہیں کھانا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں ان کے مضرِ صحت ہونے کی وجہ سے بھی انہیں جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۴۔ جانوروں کے چمڑے اور انتڑیوں وغیرہ کو عام طور پر کھایا نہیں جاتا لیکن اگر کوئی شخص کسی وجہ سے حلال ذبیحہ کے چمڑے اور انتڑیوں کو کھانا چاہے یا کھانے پینے کی کسی چیز میں استعمال کرنا چاہے تو وہ انہیں صاف کر کے اپنے استعمال میں لا سکتا ہے، بشرطیکہ کسی کو دھوکہ دینا مقصود نہ ہو کیونکہ انہیں بہرحال حرام قرار نہیں دیا گیا۔

۵۔ جانوروں کے جنسی اعضاء بھی پاک اور حلال ہونے کی وجہ سے کھائے جا سکتے ہیں کیونکہ ان کے ناپاک اور حرام ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

۶۔ مادہ جانور ذبح کرنے کے بعد اس کے جسم سے انڈا یا بچہ نکل آئے تو انڈہ کھا لینے میں تو فقہاء کا اتفاق ہے لیکن بچہ کھانے میں اختلاف ہے جبکہ وہ مر چکا ہو، لیکن اگر ذبیحہ کا بچہ زندہ ہو تو پھر اسے کھانے کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔[۱۲]

دوسری صورت:

باقی رہی دوسری صورت یعنی پاک اور حلال حیوانات سے انسانی خوراک کے علاوہ استفادہ کی دیگر شکلیں، تو اس کی مزید دو صورتیں ہیں:

۱۔ ایک تو یہ کہ جانور کو شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو۔

ذبح کر لینے کی صورت میں اس کے جملہ اعضاء و اجزاء سے استفادہ جائز ہو جاتا ہے ماسوا خون اور گندگی کے۔ جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے واضح ہو چکا ہے۔

۲۔ اور دوسری یہ کہ ذبح نہ کیا گیا ہو۔

ذبح نہ کرنے کی صورت میں پھر دو حالتیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ جانور زندہ ہو، (۲) دوسری یہ کہ جانور مر چکا ہو۔

جانور کے زندہ ہونے کی صورت میں اس کے بال، پَر اور اُون وغیرہ کو کاٹ کر اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے اس کے جواز کی تائید بھی ہوتی ہے:

﴿ومن اصوافها و اوبارها و اشعارها اثاثا و متاعا الی حین﴾[۱۳]

اور ان (حیوانات) کی اُون، روؤں اور بالوں سے بھی اس (اللہ) نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کے لیے فائدہ کی چیزیں بنا دیں۔

واضح رہے کہ "ما قطع من البهيمة وهي حية فهي ميتة" والی حدیث (جس کا ذکر اگلی سطور میں ہے) کا اطلاق اُون اور بالوں پر نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق جانوروں کے ان اعضاء پر ہوتا ہے جن کے کاٹنے سے جانور تکلیف محسوس کرتے ہیں مثلاً جانور کے کوہان، ران، کان، دُم وغیرہ اور بال اور اُون کاٹنے سے چونکہ جانور تکلیف محسوس نہیں کرتے، اس لیے یہ چیزیں مستثنیٰ ہی سمجھی جائیں گی۔ اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ چربی حاصل کرنے کے لیے زندہ دنبہ کی چکی کاٹ لیتے، مگر آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔(۱۴)

واضح رہے کہ جمہور فقہاء کا اس بارے میں یہی موقف ہے کہ مأکول اللحم مردار کے بال اور اُون پاک اور قابل انتفاع ہے۔(۱۵) لیکن ان کے بال، پَر اور اُون کے علاوہ کسی اور عضو/ جزو کو کاٹنا جائز نہیں۔ خواہ اسے کھانے کے لیے کاٹا جائے یا کسی اور فائدہ کے پیش نظر ایسا کیا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت ابو واقدؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

ما قطع من البهيمة وهي حية فهي ميتة.(۱۶)

زندہ چوپائے میں سے جو حصہ کاٹ کر الگ کیا جائے وہ مردار (کے حکم میں) ہے۔

باقی رہی دوسری صورت کہ اگر جانور مر چکا ہو تو پھر اس کے اعضاء و اجزاء سے استفادہ کی کیا حدود ہیں؟ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مردار جانوروں کے اعضاء کا بطور غذا استعمال حرام ہے:

ایسا جانور چونکہ مردار ہے اور مردار کھانا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس لیے مردار کے گوشت، چربی اور ہڈیوں کو بطور خوراک استعمال کرنا حرام ہے اور اگر ایسے کسی مردار کے اعضاء کسی کھانے والی چیز میں شامل کیے گئے ہوں تو اس چیز کا کھانا بھی حرام ہو جائے گا خواہ مردار کے اعضاء کی آمیزش کم ہو یا زیادہ! اس پر چونکہ تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے اس لیے ہم اس کی مزید تفصیلات میں نہیں جاتے۔

مردار جانوروں کے اعضاء سے استفادے کی دیگر صورتیں؟

مردار جانوروں کے چمڑے (کھال) بالوں، اُون اور دیگر اعضاء سے کھانے کے علاوہ دیگر فوائد اُٹھائے جا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، ہم پہلے فقہاء کے حوالے سے ان کا موقف پیش کریں گے پھر اس کی تفصیلات میں راجح موقف کی نشاندہی کی کوشش کریں گے۔

مردار جانور کے چمڑے سے استفادہ (فقہاء کا موقف):

مأ کول اللحم مردار کے چمڑے کے بارے میں حنفی، شافعی، ظاہری اور بعض دیگر فقہاء کا موقف یہ ہے کہ دباغت سے پہلے انہیں ناپاک ہونے کی وجہ سے استعمال میں نہیں لایا جا سکتا تاہم دباغت کے بعد یہ پاک اور قابل استعمال ہیں۔ مالکیوں کے نزدیک مردار کا چمڑہ دباغت سے پاک نہیں ہو سکتا، البتہ ایسا چمڑہ خشک کاموں کے لیے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ حنابلہ کی ایک رائے تو وہی ہے جو مالکیوں کی ہے جبکہ ان کی دوسری رائے دیگر فقہاء کے موافق ہے۔(۱۷)

راجح موقف:

اس مسئلہ میں راجح موقف یہی ہے کہ دباغت کے بعد مأ کول اللحم جانوروں کے چمڑوں سے استفادہ جائز ہے اور اس کے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمﷺ کی زوجہ حضرت میمونہؓ کو کسی نے بکری عنایت کی اور وہ مرگئی تو نبی اکرمﷺ نے فرمایا: "**هلا انتفعتم بجلدها انما حرام اكلها**".(۱۸) (تم نے اس کے چمڑے سے فائدہ کیوں نہ اُٹھایا؟ مردار کا صرف کھانا حرام ہے' (انتفاع حرام نہیں)۔

۲۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول کے پاس سے کچھ قریشی لوگ ایک مردہ بکری کو گدھے کی طرح گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔ آپﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: "**لواخذتم اهابها؟**" (کاش! تم اس کا چمڑہ اتار لو)۔ لوگوں نے کہا: یہ تو مر چکی ہے۔ آپﷺ نے فرمایا: "**يطهرها المآء والقرظ**" (پانی اور بیری کے پتے (دباغت کے ذریعے) اسے پاک کر سکتے ہیں)۔(۱۹)

مردار جانوروں کے بال، پَر اور اُون سے استفادہ (فقہاء کا موقف):

مأ کول اللحم مردار کے بال، پَر اور اُون کے بارے میں جمہور فقہائے کرام (یعنی حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ) کی رائے یہ ہے کہ یہ اشیاء پاک اور قابل انتفاع ہیں۔ علاوہ ازیں، حسن بصری، ابن سیرین، سعید بن مسیّب، ابراہیم نخعی، لیث بن سعد، اوزاعی اور ابن منذر رحمہم اللہ وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔ جبکہ شوافع کے نزدیک یہ چیزیں نجس اور ناقابل انتفاع ہیں۔ امام احمد سے بھی ایک روایت کے مطابق یہ بات منقول ہے مگر وہ روایت مرجوح اور غیر مشہور ہے۔(۲۰)

راجح موقف:

اس مسئلہ میں جمہور فقہائے کرام کی رائے ہی راجح ہے جب کہ شوافع وغیرہ کی رائے میں کوئی وزن نہیں کیونکہ جب مذکورہ بالا دو صحیح احادیث کے پیش نظر مأکول اللحم جانوروں کے چمڑہ سے استفادہ جائز ہے تو پھر ان کے بال، پَر اور اُون وغیرہ سے استفادہ تو بالاولیٰ جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ چیزیں تو تبعاً اس کے چمڑے ہی میں شامل ہوتی ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے بھی یہی رائے دی ہے اور اسے جمہور فقہائے کرام کا موقف قرار دیا ہے۔(۲۱)

مردار جانور کے دیگر اعضاء (ہڈی، سینگ وغیرہ) سے استفادہ (فقہاء کا موقف):

مأکول اللحم مردار کی ہڈی، سینگ وغیرہ کے بارے میں شافعی، حنبلی اور مالکی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ یہ اشیاء نجس اور ناقابل انتفاع ہیں جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ پاک اور قابل انتفاع ہیں۔ امام احمد سے بھی ایک روایت کے مطابق یہ بات منقول ہے اور اسے ہی ابن تیمیہؒ نے راجح قول کہا ہے۔(۲۲)

راجح موقف:

جس طرح مردار کا چمڑہ، بال، اُون وغیرہ سے استفادہ جائز ہے۔ اسی طرح اس کی چربی، ہڈی اور دیگر اعضاء سے استفادہ بھی جائز ہے کیونکہ اوّل تو ان کے انتفاع کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور دوم یہ کہ پیچھے ذکر کردہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ والی روایت سے بھی صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مردار کو کھانا حرام ہے اس سے انتفاع و استفادہ کی دیگر شکلیں حرام نہیں ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے دور میں مردار جانوروں کی ہڈیوں اور دانتوں وغیرہ کو استعمال میں لایا جاتا تھا۔ مثلاً خود نبی اکرمﷺ سے حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ آپﷺ نے ان سے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ کے لیے (جانوروں کے) پٹھوں سے بنا ہوا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ۔(۲۳)

اب ظاہر ہے ہاتھی کو ذبح کر کے کھایا تو جاتا نہیں تھا، اس لیے لامحالہ اس کے مرنے کے بعد ہی اس کے دانتوں کو زیر استعمال لایا جاتا ہوگا اور اس بات کو آنحضرتﷺ نے بھی معیوب خیال نہ کیا۔ اسی طرح امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ:

وقال الزهری فی عظام الموتی نحوالفیل وغیره، ادرکت ناسا من سلف العلماء

يمتشطون بها ويدهنون فيها لا يرون به بأسا وقال ابن سيرين: و ابراهيم لا بأس بتجارة العاج.(۲۴)

امام زہری فرماتے ہیں کہ ائمہ سلف میں سے بہت سے علماء کے بارے میں، میں جانتا ہوں کہ وہ ہاتھی وغیرہ (یعنی غیر مأکول اللحم) کے مردار کی ہڈیوں کو روغن دان اور کنگھیوں کے لیے استعمال کرتے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

مردار جانور کی چربی سے استفادہ (فقہاء کا موقف):

مأکول اللحم مردار کی چربی سے استفادہ کے بارے میں حنفی، شافعی اور حنبلی (یعنی جمہور) فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس سے استفادہ جائز نہیں اور اس کی دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

ان اللّٰه و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام فقيل يا رسول اللّٰه أرايت شحوم الميتة فانه يطلى بها السفن و يدهن بها الجلود و يستصبح بها الناس فقال لاهو حرام ثم قال رسول اللّٰه عند ذلک: قاتل اللّٰه اليهود ان اللّٰه لما حرم شحومهما جملوه ثم باعوه فاكلوا ثمنه.(۲۵)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیتے ہیں۔ کہا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! مردار کی چربی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ اس کو لوگ کشتیوں پر ملتے ہیں، چمڑوں پر لگاتے ہیں اور (چراغ میں جلا کر) ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں یہ حرام ہے پھر اسی وقت آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے، جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا لی''۔

جمہور فقہاء نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے پیش نظر یہ بات کہی ہے کہ لوگوں نے آنحضرتﷺ سے مردار کی چربی کے استعمال کی اجازت طلب کی مگر آپﷺ نے انہیں اجازت نہ دی، بلکہ اس پر سرزنش فرمائی لہٰذا معلوم ہوا کہ مردار کی چربی سے کسی طرح کا بھی انتفاع جائز نہیں۔ جمہور کے برعکس کئی ایک فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ مأکول اللحم مردار کی چربی سے انتفاع حرام نہیں بلکہ جائز ہے اور مذکورہ بالا روایت کے بارے میں وہ یہ وضاحت کرتے ہیں کہ یہاں مردار کی چربی کے انتفاع کی ممانعت نہیں بلکہ اس کی خرید و فروخت کی ممانعت ہے۔ اگر کوئی شخص خرید

و فروخت کی بجائے اسے ذاتی استعمال میں لے آئے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اہلحدیث مکتب فکر کے ہاں بھی سخت اختلاف رائے موجود ہے۔ نومبر ۱۹۶۴ء میں حافظ عبداللہ روپڑی صاحبؒ نے اپنے اخبار ''تنظیم اہلحدیث'' (لاہور) میں ایک سائل کے جواب میں مأکول اللحم مردار کی چربی سے انتفاع کو جائز قرار دیا۔ پھر ان کے بعد ستمبر ۱۹۷۰ء میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' (لاہور) میں حافظ محمد گوندلوی صاحبؒ کی تائید سے مولانا ابوالبرکات صاحبؒ کا فتویٰ شائع ہوا کہ ہر طرح کی حرام چربی سے انتفاع جائز ہے بشرطیکہ دیگر اشیاء کے ملانے سے اس کی اصل حالت بدل جائے۔ اس پر مولانا گلزار احمدؒ (فیصل آباد) اور صابر صاحب (لاہور سے) دو علماء نے تنقید کی جو ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء کو ''الاعتصام'' (لاہور) میں شائع ہوئی۔ اسی طرح حافظ محمد لکھویؒ صاحب کے پڑپوتے مولانا محی الدین لکھوی صاحبؒ نے بھی حافظ محمد گوندلوی صاحبؒ کے فتویٰ پر نقد کیا جو اکتوبر ۱۹۷۰ء میں ''الاعتصام'' (لاہور) میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔ ان اختلافی تحریروں کے بعد حافظ محمد گوندلوی صاحبؒ ہی کے فرمان سے مولانا ابوالبرکات صاحبؒ نے جوابی تحریر لکھی جو اعتصام ہی میں دسمبر ۱۹۷۰ء کو شائع ہوئی اور اس میں وہی موقف دلائل سے واضح کیا گیا جو پہلے فتویٰ کی شکل میں ظاہر کیا گیا۔

راجح موقف:

اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کے برعکس ہمیں دیگر فقہاء کی رائے ہی قوی اور اقرب الی السنۃ معلوم ہوتی ہے اور اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ مذکورہ بالا روایت میں جس چیز کی ممانعت کی گئی ہے وہ مردار کی چربی سے انتفاع کی ممانعت نہیں بلکہ اس کی خرید و فروخت کی ممانعت ہے کیونکہ اسی حدیث میں **حرم بیع......** کے لفظ اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۲۔ اس کی مزید تائید مسند احمد کی درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

ان اللّٰہ حرم بیع الخنازیر و بیع المیتۃ و بیع الخمر و بیع الاصنام، قال رجل: یا رسول اللّٰہ فما تری فی بیع شحوم المیتۃ فانھا تدھن بھا السفن والجلود و یستصبح بھا......(۲۶)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیتے ہیں۔ کہا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! مردار کی چربی کے کاروبار کے بارے میں

آپؐ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ اس کو لوگ کشتیوں پر ملتے ہیں، چمڑوں پر لگاتے ہیں اور (چراغ میں جلا کر) ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں؟......‘‘ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا سوال خرید و فروخت کے بارے میں تھا نہ کہ ذاتی استعمال کے بارے میں۔

۳۔ حافظ ابن حجرؒ مسند احمد کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فظهر بهذه الرواية ان السوال وقع عن بيع الشحوم وهو يؤيد ما قررناه.(۲۷)

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا استفسار مردار کی چربی کی خرید و فروخت کے بارے میں تھا (نہ کہ اس سے ذاتی انتفاع کے بارے میں) لہذا یہ روایت بھی ہمارے اختیار کردہ موقف کی تائید کرتی ہے۔

۴۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ’’مذکورہ حدیث بخاری میں جس طرح یہودیوں کے حیلہ کی قباحت بیان کی گئی ہے اسی طرح یہ بھی ناجائز حیلہ ہے کہ مردار کی چربی کو بیچنے کی بجائے اس کے ذاتی انتفاع کو جائز قرار دے لیا جائے!‘‘ حالانکہ اہل کتاب کے لیے مأکول اللحم ذبیحہ کی چربی کھانا یا اسے اپنے لیے استعمال کرنا دونوں چیزیں حرام تھیں اور ہمارے لیے مأکول اللحم ذبیحہ کی چربی کھانا حرام نہیں البتہ مأکول اللحم مردار کی چربی کھانا ہمارے لیے حرام ہے۔ پھر یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اہل کتاب نے اس ذبیحہ کی چربی کو کھانے کی بجائے اسے بیچ کر قیمت کھانے کا حیلہ کیا جو ان کے لیے مباح نہ تھا اس لیے ان کی اس حرکت پر وعید بیان کی گئی۔

۵۔ بعض معروف اہلحدیث علماء مثلاً حافظ عبداللہ روپڑی صاحبؒ وغیرہ کا بھی یہی موقف ہے۔(۲۸)

دوسری قسم: پاک اور غیر مأکول اللحم حیوانات

اس سے مراد وہ حیوانات ہیں، جو ہیں تو پاک مگر شریعت نے ان کا کھانا حرام قرار دے دیا ہے۔ باقی رہا ایسے حیوانات کے اعضاء و اجزاء سے استفادہ کی حدود کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں تفصیلات سے پہلے ہم چند اصولی باتیں دہرائے دیتے ہیں:

۱۔ بنیادی طور پر تمام حیوانات حلال ہیں البتہ جن حیوانات کو شریعت حرام قرار دے دے، صرف انہیں ہی حرام کہا جائے گا یا دوسرے لفظوں میں کسی بھی جانور کو حرام قرار دینے کے لیے قرآن و سنت یا اجماع اُمت سے ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔ اس اصولی قاعدہ کی دلیل تو ابتدائی صفحات میں گزر چکی ہے تاہم اب ہم اس کا اطلاق پیش کرتے ہیں:

الف) قرآن مجید کی رو سے درج ذیل حیوانات حرام ہیں:
خنزیر، غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ، مردار، خواہ طبعی موت مرا ہو یا گلا گھٹنے سے، یا ضرب لگنے سے، یا اونچی جگہ سے گرنے سے یا درندوں کے حملے سے۔[۲۹]

ب) حدیث نبوی کے مطابق درج ذیل ضابطہ پر پورا اترنے والے حیوان حرام ہیں:
''کل ذی ناب من السباع و عن کل ذی مخلب من الطیر''[۳۰]
درندوں میں سے ہر کچلی والا درندہ اور پرندوں میں سے پنجہ (یعنی ناخن سے شکار اور چیر پھاڑ کرنے) والا ہر پرندہ (حرام ہے)۔

مذکورہ بالا حدیث کی رو سے شیر، چیتا، بھیڑیا اور اسی طرح کے دیگر درندے (کچلی والے جانور) حرام ہیں اور اس کے علاوہ پنجے سے شکار کرنے کی وجہ سے چیل، باز، شکرہ وغیرہ حرام ہیں۔

ج) دیگر احادیث کی رو سے جن جانوروں کی حرمت ثابت ہو جائے انہیں بھی حرام قرار دیا جائے گا، خواہ وہ مذکورہ بالا قواعد پر پورے اتریں یا نہیں۔ مثلاً مینڈک،[۳۱] گدھا اور خچر[۳۲] وغیرہ اس لیے حرام ہیں کہ دیگر صحیح احادیث میں ان کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔

۲۔ ضروری نہیں کہ جو جانور حرام ہو وہ ناپاک بھی ہو مثلاً گدھا حرام تو ہے مگر یہ ناپاک نہیں ہے، کیونکہ قرآن و حدیث میں کہیں اسے حرام قرار نہیں دیا گیا۔ علاوہ ازیں اگر یہ ناپاک ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس پر سواری نہ کرتے یا پھر سواری کے بعد طہارت کا انتظام بھی فرماتے، لیکن آپ ﷺ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اسی طرح بلی ہے تو حرام مگر یہ ناپاک نہیں کیونکہ اس کے بھی نجس ہونے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ بعض احادیث میں بلی کے پاک ہونے کی صراحت ہے مثلاً حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بلی کے بارے میں فرمایا: **''انھا لیست بنجس''**[۳۳] (یہ ناپاک نہیں ہے)۔ حضرت عائشہؓ سے اسی روایت میں یہ بات بھی منقول ہے کہ ''آنحضرت ﷺ بلی کے جھوٹے پانی سے وضو فرما لیا کرتے تھے''۔ اگر یہ ناپاک ہوتی تو پھر اس کے جھوٹے سے وضو درست نہ ہوتا !۔

۳۔ کسی چیز کو ناپاک قرار دینے کے لیے قرآن و سنت کی صریح دلیل ضروری ہے یا پھر یہ کہ اس کے ناپاک ہونے پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہو اور اگر کسی چیز کے بارے میں قرآن و سنت یا اجماعِ امت سے ناپاک ہونا ثابت نہ ہو تو پھر وہ اپنی اصلی حالت (یعنی پاک ہونے پر برقرار رہے گی۔ اس کی مزید تفصیل آئندہ سطور میں تیسری قسم کے حیوانات کے ضمن میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

۴۔ جو چیز ناپاک ہو اس سے استفادہ و انتفاع جائز نہیں کیونکہ نجاست کو زائل کرنا ضروری ہے اور جس چیز کو زائل کرنا ضروری ہو اس سے استفادہ کے لیے اسے برقرار رکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ البتہ ایک چیز اس سے مستثنیٰ ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی طرح سے نجس چیز کی حالت ہی بدل جائے تو پھر اس سے استحالہ کی بنیاد پر انتفاع جائز ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل بھی تیسری قسم کے تحت آ رہی ہے۔

پاک اور غیر مأکول اللحم (یعنی حرام) جانوروں سے استفادہ کی جائز اور ناجائز صورتیں:

مذکورہ اصول و ضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے پاک اور غیر مأکول اللحم (یعنی حرام) جانوروں سے استفادہ کی جائز اور ناجائز صورتیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ مذکورہ نوعیت کے جانوروں کے بال، پَر اور اُون کاٹ کر ان سے استفادہ جائز ہے خواہ جانور زندہ ہو یا مردہ کیونکہ پاک جانوروں کی یہ اشیاء بھی پاک ہیں اور ان سے استفادے کی کوئی حرمت بھی قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت نہیں بلکہ جمہور فقہاء تو نجس حیوانات کے بال وغیرہ کو بھی پاک اور قابل انتفاع قرار دیتے ہیں بشرطیکہ انہیں کاٹ کر الگ کیا گیا ہو، اکھیڑ کر نہیں۔ (اس کی تفصیل تیسری قسم کے تحت آ رہی ہے) امام ابن تیمیہؒ کا بھی اس سلسلہ میں وہی موقف ہے جو جمہور فقہاء کا ہے۔[۳۴]

۲۔ مذکورہ قسم کے حیوانات کے چمڑے (کھال) سے استفادہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے؟ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ صرف مأکول اللحم جانوروں کے چمڑے دباغت کے بعد قابل استفادہ ہوتے ہیں غیر مأکول اللحم کے نہیں۔ امام نوویؒ کے بقول یہ موقف امام اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، ابوثور اور اسحاق بن راہویہؒ کا ہے۔[۳۵] لیکن ان کے برعکس مذاہبِ اربعہ اور فقہ ظاہری کے علماء و فقہاء غیر مأکول اللحم جانوروں کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان کے چمڑے بھی دباغت کے بعد قابل انتفاع ہیں۔ البتہ کتے، خنزیر اور درندوں کے چمڑوں سے انتفاع کے حوالے سے ان میں بھی اختلافِ رائے موجود ہے۔ کتے اور خنزیر کی بحث تو تیسری قسم (یعنی ناپاک اور حرام جانوروں سے استفادہ کی حدود) کے تحت آئے گی، البتہ درندوں کے چمڑوں سے انتفاع کی تفصیل اور راجح موقف ہم ذیل میں ذکر کریں گے لیکن اس سے پہلے حرام مگر پاک (یعنی غیر مأکول اللحم پاک) جانوروں میں سے درندوں کے علاوہ باقی جانوروں کے چمڑوں کے سلسلے میں جو موقف ہمیں راجح معلوم ہوتا ہے، اسے پہلے ذکر کر دینا یہاں مناسب ہوگا:

درندوں کے علاوہ حرام جانوروں کے چمڑوں سے استفادہ؟

اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کی رائے درست ہے یعنی درندوں کے علاوہ دیگر پاک اور حرام جانوروں کے چمڑے دباغت کے بعد پاک ہو جاتے ہیں لہذا ان سے اسی طرح استفادہ کیا جا سکتا ہے جس طرح دیگر پاک چیزوں سے کیا جاتا ہے اور اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک تو وہ تمام روایات جن میں عمومی طور پر یہ بات مذکور ہے کہ: ''**ایما اھاب دبغ فقد طھر**'' جس بھی چمڑے کو دباغت دے دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔[۳۶]

۲۔ عمومی قاعدہ (جیسا کہ شروع میں بیان ہوا) یہ ہے کہ تمام اشیاء پاک ہیں ماسوائے ان کے جن کی نجاست کی صریح دلیل موجود ہو اور تمام پاک اشیاء سے استفادہ جائز ہے ماسوائے ان کے جن کے استفادہ سے شریعت نے منع کر دیا ہو اور درندوں کے علاوہ دیگر پاک اور غیر مأکول اللحم جانوروں کے چمڑوں سے استفادہ سے چونکہ منع نہیں کیا گیا اس لیے ان سے استفادہ میں کوئی حرج نہیں۔

درندوں کے چمڑوں سے استفادہ؟

مذکورہ قسم سے تعلق رکھنے والے وہ تمام حیوانات جنہیں 'درندوں' میں شمار کیا جاتا ہے، اب ہم ان کے چمڑوں سے استفادہ کے حوالے سے جو اختلاف اور راجح پہلو ہے، اس کا تذکرہ کرتے ہیں:

حنابلہ کا راجح موقف یہ ہے کہ درندوں کے چمڑوں سے انتفاع کسی صورت بھی جائز نہیں یعنی نہ ان کا لباس بنانا جائز ہے نہ مصلیٰ اور نہ کوئی اور چیز۔[۳۷]

شافعی فقہاء کا بھی مشہور قول یہی ہے۔[۳۸]

حنفیہ اور حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ ہر طرح کے درندے کا چمڑہ دباغت کے بعد قابل انتفاع ہے حتیٰ کہ اس سے مصلیٰ (جائے نماز) بھی بنایا جا سکتا ہے۔[۳۹]

اسی طرح مالکیہ کے ہاں بھی ان سے انتفاع جائز ہے[۴۰] اور اصحاب ظواہر کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔[۴۱]

ناجائز کہنے والوں کے دلائل:

جن فقہاء نے درندوں کے چمڑوں سے انتفاع کو ناجائز کہا، ان کی دلیل وہ روایات ہیں جن

میں درندوں کے چمڑوں سے فائدہ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے، مثلاً:

۱۔ حضرت مقدامؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا: **انشدک باللّٰه هل تعلم ان رسول اللّٰه نهی عن لبوس جلود السباع و الرکوب علیه؟** قال نعم!۔ (میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ کے رسولؐ نے درندوں کے چمڑے پہننے اور سواری کے لیے ان کی کاٹھیاں (زین) بنانے سے منع نہیں کیا؟ وہ کہنے لگے، ہاں کیا ہے)۔(۴۲)

۲۔ ابو المطیع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرمﷺ سے روایت کیا کہ: "**نهی عن جلود السباع ان تفترش**" (آپ نے درندوں کے چمڑوں کے بچھونے (زین) بنانے سے منع فرمایا)۔(۴۳)

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا: "**لا تصحب الملائکة رفقة فیها جلد نمر**" "(رحمت کے) فرشتے اس قافلے کا ساتھ اختیار نہیں کرتے جس میں چیتے کے چمڑے (کے زین) استعمال کیے گئے ہوں"۔(۴۴)

۴۔ حضرت ابو ریحانہؓ سے مروی ہے کہ "اللہ کے رسولﷺ نے دس چیزوں سے منع فرمایا...... (ان میں سے ایک) چیتوں کے چمڑوں پر سواری سے بھی منع کیا"۔(۴۵)

جائز کہنے والوں کے دلائل:

جن فقہاء نے اس مسئلہ میں جواز کی رائے اختیار کی ہے وہ مذکورہ بالا روایات کے حوالہ سے یہ رائے رکھتے ہیں کہ:

۱۔ اوّل تو ان روایات کی اسناد میں کلام ہے۔

۲۔ اگر یہ درست ثابت ہو جائیں تو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ممانعت اس لیے ہے کہ اہل عرب درندوں کے چمڑے بغیر دباغت کے استعمال کر لیا کرتے تھے اس لیے آپﷺ کی مراد یہی تھی کہ بغیر دباغت کے ان کے چمڑے استعمال نہ کیے جائیں لیکن اگر انہیں دباغت دے دی جائے تو پھر چونکہ یہ پاک ہو جاتے ہیں اس لیے دباغت کے بعد ان سے انتفاع جائز ہے۔(۴۶)

۳۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ دباغت کے باوجود ان کے بال وغیرہ پاک نہیں ہوتے، اس لیے ناپاکی کی موجودگی کی وجہ سے ان کے استعمال سے منع کیا گیا تھا۔(۴۷)

۴۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اہل عرب فخر و مباہات اور اظہارِ تکبر کے لیے درندوں کے چمڑے

استعمال کرتے تھے جسے آپؐ نے پسند نہ فرمایا اور اگر فخر و مباہات کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے اسے استعمال کیا جائے تو پھر ان کا استعمال جائز ہے۔[۴۸]

راجح پہلو:

اس مسئلہ میں جو پہلو راجح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ درندوں کے چمڑوں کو اظہار فخر و مباہات کے لیے استعمال نہ کیا جائے اور فخر و مباہات کا اظہار عام طور پر چونکہ ملبوسات وغیرہ کے ذریعے ہوتا ہے، اس لیے ایسا کرنے سے بطور خاص منع کر دیا گیا لیکن اس کے علاوہ بھی جہاں جہاں فخر ومباہات کا شک اور خدشہ ہوگا وہاں اس کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے گا اور جہاں یہ شک نہیں ہوگا وہاں اس کا استعمال جائز ہوگا۔ واضح رہے کہ اس جواز کو مذکورہ بالا روایات کی مخالفت قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ اوّل تو ان روایات میں بعض احتمالات ہیں، جن کا تذکرہ شافعی اور مالکی فقہاء کی کتابوں میں ملتا ہے اور دوم اس لیے بھی کہ حضرت معاویہؓ کے علاوہ بھی کئی ایک سلف صالحین نے ان کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جن میں حضرت جابرؓ، عروۃ بن زبیرؓ، ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، امام شعبیؒ وغیرہ شامل ہیں۔[۴۹]

امام ابن حزمؒ کے بقول حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی اسے جائز سمجھتے ہیں۔[۵۰] اور یہ بات واضح رہے کہ ابن حزمؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اس رائے پر کوئی نقد نہیں کیا۔ حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن حزمؒ سنت کے معاملہ میں بڑے سخت واقع ہوئے ہیں اور حدیث کے ظاہری الفاظ سے عدول (خواہ وہ فی نفسہٖ درست ہی کیوں نہ ہو) پر کسی کا لحاظ نہیں کرتے!۔

حرام مگر پاک جانوروں کے دیگر اعضاء کا حکم؟

حرام مگر پاک جانوروں کے چمڑے، بال اور اُون وغیرہ کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔ باقی رہا ان کے دیگر اجزاء سے استفادہ تو وہ بھی جائز ہے کیونکہ اوّل تو وہ پاک ہیں اور دوم یہ کہ ان سے انتفاع کی کوئی ممانعت نہیں اور سوم یہ کہ عہد نبوی میں بھی ان کا استعمال رہا ہے مثلاً حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

> **اشتر لفاطمة قلادة من عصب و سِوارين من عاج.**[۵۱]
>
> فاطمہ کے لیے (جانور کی) آنت سے بنے ہوئے دھاگے میں پرویا ہوا ایک ہار اور ہاتھی کے دانتوں سے بنے ہوئے دو کنگن خرید لاؤ۔

اور چہارم یہ کہ سلف صالحین کے ہاں بھی ان اشیاء کا استعمال رہا ہے جیسا کہ امام بخاریؒ رقم طراز

ہیں کہ:

وقال الزهری فی عظام الموتی نحو الفیل وغیره ادرکت ناسا من سلف العلماء یمتشطون بها ویدهنون فیها لایرون به بأسا.(۵۲)

امام زہریؒ ہاتھی وغیرہ جیسے (غیر ماکول اللحم) مردار جانوروں کی ہڈیوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے ائمہ سلف میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے جو ان کے ساتھ کنگھی کرتے اور ان کا روغن دان بناتے اور اس میں کوئی حرج محسوس نہ کرتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ اس اقتباس کی شرح میں ''عظام الموتی.....'' کے بعد لکھتے ہیں: ''**ای مما لا یؤکل**''.(۵۳) یعنی ائمہ سلف ان جانوروں کی ہڈیوں کو استعمال کرتے تھے جو جانور غیر مأکول اللحم (یعنی حرام) ہیں۔

تیسری قسم: حرام اور ناپاک حیوانات

یعنی ایسے جانور جن کا کھانا بھی حرام ہے اور جو بذاتِ خود ہیں بھی ناپاک۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ناپاک ہونے کی وجہ سے ان سے کسی قسم کا استفادہ نہیں کیا جا سکتا ماسوائے اس کے کہ اضطرار (مجبوری) کی حالت ہو یا پھر یہ کہ ان ناپاک جانوروں کی ناپاکی کی حالت بدل جائے اور ظاہر ہے کہ حالت بدل جانے سے حکم بھی بدل جائے گا۔ حرام اور ناپاک حیوانات کی اس قسم میں کون سے حیوان شامل ہیں اور کون سے نہیں؟ اس کی تفصیلات میں فقہاء کا اختلاف ہے:

مالکیوں کے نزدیک تمام حیوان پاک ہیں حتیٰ کہ کتا اور خنزیر بھی ان کے نزدیک پاک ہے۔(۵۴)

ان کے علاوہ ظاہریوں کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔(۵۵) جبکہ مذاہب ثلاثہ کے فقہاء کے نزدیک خنزیر نجس العین ہے۔(۵۶) البتہ یہی فقہاء خنزیر کو نجس العین قرار دینے کے باوجود اس کے بالوں کو پاک اور قابل انتفاع قرار دیتے ہیں بشرطیکہ انہیں جانور کے جسم سے کاٹ کر الگ کیا گیا ہو، اکھیڑا نہ گیا ہو۔(۵۷)

اسی طرح شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں کتا بھی نجس ہے، تاہم اس کے بال پاک ہیں، بشرطیکہ کاٹ کر الگ کیے گئے ہوں۔(۵۸)

جبکہ حنفیہ کے نزدیک صرف کتے کا جھوٹا اور اس کا لعاب اور رطوبت (پیشاب وغیرہ) نجس کے

حکم میں ہے، اس کا باقی وجود ناپاک نہیں ہے۔(۵۹)

حافظ ابن حجرؒ کے بقول امام بخاریؒ کا بھی یہی موقف ہے کہ کتا پاک ہے مگر خود ابن حجرؒ کو (شافعی المسلک ہونے کی وجہ سے) اس رائے سے اتفاق کرنے میں تردد ہے۔(۶۰)

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک کتا پاک ہے۔ اسی طرح خنزیر کے بال بھی ان کی رائے میں پاک ہیں اور کتے اور خنزیر دونوں کے بالوں سے استفادہ بھی وہ جائز قرار دیتے ہیں۔(۶۱)

کتے اور خنزیر کی نجاست و طہارت کے دلائل اور راجح پہلو

خنزیر کی نجاست و طہارت؟

مذکورہ بالا اختلاف میں راجح اور اقرب الی الصواب پہلو کی نشاندہی کے لیے ہمیں ان اصولوں کو مدنظر رکھنا ہوگا جو طہارت و نجاست کے حوالہ سے مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ: "**الاصل فی الاشیاء الطهارة**" (تمام اشیاء بنیادی طور پر پاک ہیں)۔ لہذا کسی چیز کو نجس قرار دینے کے لیے دلیل مطلوب ہے۔ یعنی قرآن، حدیث یا اجماع اُمت سے اس بات کا ثبوت قطعی کہ فلاں چیز نجس ہے اور یہی اصول جانوروں پر بھی کارفرما ہوگا۔ اب اسی اصول کی روشنی میں ہم کتے اور خنزیر کی طہارت و نجاست پر غور کرتے ہیں:

مذکورہ اصول ہی کی روشنی میں مالکیوں نے کتے اور خنزیر کو پاک قرار دیا ہے کیونکہ ان کے بقول ان کے نجس العین ہونے کی شریعت میں کوئی دلیل موجود نہیں، مثلاً خنزیر کے بارے میں جمہور فقہاء نے جس دلیل کی بنیاد پر نجاست کا حکم عائد کیا ہے وہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

﴿**قل لا اجد فی مآ اوحی الیّ محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة أو دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس**﴾(۶۲)

(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا، کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ 'رجس' ہے۔

اس آیت میں خنزیر کے بارے میں لفظ 'رجس' استعمال ہوا ہے جو عام طور پر ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جسے انسانی طبیعت ناپسند کرتی ہے خواہ وہ کوئی بری چیز ہو یا گندی، مادی طور پر نجس ہو یا معنوی طور پر بلکہ اگر کوئی چیز ناپاک تو نہ ہو مگر حرام ہو تو اس پر بھی لفظ 'رجس' بولا جاتا ہے گویا اس

کے معنی و مفہوم میں عموم پایا جاتا ہے۔ جبکہ 'رجس' کے مقابلہ میں لفظ 'نجس' ناپاک اور گندی اشیاء ہی کے لیے خاص ہے خواہ وعینی وحسی طور پر ناپاک ہوں یا محض حکمی طور پر۔(۶۳)

خنزیر کو ناپاک کہنے والوں نے لفظ ''رجس'' ہی کی بنیاد پر اسے نجس العین قرار دیا ہے جبکہ اسے پاک کہنے والوں کا موقف یہ ہے کہ لفظ ''رجس'' سے کسی چیز کو نجس العین قرار نہیں دیا جا سکتا تاوقتیکہ اس کا کوئی واضح قرینہ نہ مل جائے اور اپنے اس موقف کی تائید میں وہ قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ:

﴿یا یھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾(۶۴)

اے ایمان والو! بلاشبہ شراب، جوا، بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو، اُمید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

اس آیت میں شراب، جوئے، آستانوں، بتوں اور فال کے تیروں کو ''رجس'' کہا گیا ہے حالانکہ ان سبھی اشیاء کو نجس العین نہیں کہا جا سکتا۔

مذکورہ صورت میں ہمیں مالکیوں کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ''رجس'' کو ''نجس'' کے معنی کے ساتھ خاص کرنے کے لیے اضافی دلیل (قرینہ وغیرہ) مطلوب ہے جو دستیاب نہیں۔ علاوہ ازیں اگر اس سے مراد ''نجس'' ہی لیا جائے تو تب بھی یہاں یہ شبہ موجود ہے کہ اس سے مراد نجاست عینیہ ہے یا نجاست حکمیہ؟ اگر نجاست عینیہ کہا جائے تو پھر شراب، بت، فال گیری کے تیر وغیرہ کو بھی نجس العین قرار دینا ہوگا، خمر کے علاوہ دیگر اشیاء کو تو نجس العین کوئی بھی نہیں کہتا البتہ خمر کو فقہاء کی بڑی تعداد نجس العین کہتی ہے جبکہ کئی ایک فقہاء اسے بھی نجس العین تسلیم نہیں کرتے۔(۶۵)

کتے کی نجاست و طہارت؟

کتے کے بار میں شافعی اور حنبلی فقہاء نے نجس العین ہونے کا استدلال جس دلیل سے کیا ہے وہ صحیح بخاری کی یہ روایت ہے:

''اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسله سبعا''(۶۶)

جب کسی کے برتن میں سے کتا پی لے تو اس برتن کو وہ سات مرتبہ دھوئے۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ:

''اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقه ثم یغسله سبع مرار''(۶۷)

جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال جائے تو وہ اس میں موجود چیز کو ضائع کر دے اور اسے سات مرتبہ دھوئے۔

بعض روایات میں ہے کہ ''پہلی یا آخری مرتبہ مٹی سے صاف کرے۔[۶۸]

شافعی و حنبلی فقہاء نے ان احادیث کی بنیاد پر یہ بات کہی ہے کہ جس کتے کا جھوٹا ضائع کرنے اور برتن کو پاک کرنے کے لیے سات اور آٹھ مرتبہ دھونے کا حکم ہو، اس کے ناپاک ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ جب کہ ان کے برعکس مالکی و حنفی فقہاء نے کہا ہے کہ مذکورہ احادیث کی بنیاد پر کتے کا لعاب یا جس چیز کو وہ جھوٹا کر دے اسے ناپاک قرار دیا جا سکتا ہے اس کا اپنا جسم اس دلیل کی بنیاد پر ناپاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہمیں بھی یہی رائے اقرب اور راجح معلوم ہوتی ہے اور اس کی مزید تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ ''اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں کتے مسجد میں آتے جاتے اور پیشاب کر دیتے جبکہ لوگ اس پر پانی بھی نہیں بہاتے تھے۔[۶۹]

اسی طرح جن روایات کے مطابق تین صورتوں میں کتا رکھنے کی اجازت ہے، ان روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ باقی رہا کتے کے جھوٹے برتن کو دھونے اور اس میں موجود اشیاء کو ضائع کرنے کا حکم تو اس کی علت یہ ہے کہ اس کے لعاب میں زہریلے جراثیم ہوتے ہیں جن کا ازالہ ضروری ہے اور ازالہ کی وہی صورت معتبر ہوگی جو حدیث میں بیان کر دی گئی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ البقرہ: ۲۹

۲۔ ندوی، علی احمد، القواعد الفقهية، ص ۱۰۷، دارالقلم، دمشق، ط ۱۹۹۰ء۔ نیز دیکھیے: (۱) ابن تیمیہؒ، احمد بن عبدالحلیم، مجموع الفتاویٰ، ج ۲۱، ص ۵۳۸، مکتبة الملک فهد، مملكة سعودية، ط ۱۹۹۵ء۔ (۲) سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، الاشباہ والنظائر، ص ۲۰، دارالفکر، بیروت، ط ۱۹۹۸ء۔

۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجآء من لبس الفرآء، رقم الحدیث(۱۷۲۶) مکتبۃ دارالسلام، ریاض، ۱۹۹۶ء۔ صحیح ترمذی للالبانیؒ، رقم الحدیث (۱۴۱۰) نیز دیکھیے: (۱) ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اکل الجبن والسمن، رقم الحدیث (۳۳۶۷) مکتبة دارالسلام، ریاض، ۱۹۹۶ء۔ صحیح ابن ماجہ: ۳۳۶۶۔ (۲) یہی روایت عبداللہ بن عباسؓ سے موقوفاً بھی بسند صحیح مروی ہے، دیکھیے: ابوداوٗد، سلیمان بن اشعث السجستانیؒ، سنن ابی داوٗد، کتاب الاطعمة، باب مالم ینکر تحریمه، رقم الحدیث (۳۸۰۰)، مکتبۃ دارالسلام ریاض ۱۹۹۶ء، صحیح ابو داؤد للألبانی، رقم الحدیث (۳۲۲۵)

۴۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، (ج ۱۳ ص ۲۶۶) عن ابی الدرداء، دارالنشر الکتب الاسلامیة، لاہور، س ن۔

۵۔ فتح الباری: ایضاً
۶۔ امیر صنعانی، محمد بن اسماعیل، 'سبل السلام، شرح 'بلوغ المرام' (ج ۱ ص ۶۱) دارالنشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور، س ن۔ نیز دیکھیے: (۱) سیّد سابق، فقہ السنۃ (ج۱/ ص۲۴) دارالفکر، بیروت، ط ۱۹۹۸ء۔ (۲) نواب قنوجی، صدیق بن حسن بن علی، 'الروضۃ الندیۃ' (ج۱، ص ۱۱۸) دارالفکر، بیروت۔ (۳) شوکانی، محمد بن علی بن محمد، السیل الجرار (ج۱، ص ۴۳)۔
۷۔ ابن تیمیہ، 'الفتاویٰ الکبریٰ' (ج۱، ص ۴۵)، المکتب الاسلامی بیروت۔ نیز دیکھیے: مجموع الفتاوی، ج ۲۱، ص ۵۳۷، ۵۳۸۔
۸۔ الانعام: ۱۱۸
۹۔ الانعام: ۱۲۱
۱۰۔ البقرۃ: ۱۷۳
۱۱۔ احمد بن حنبلؒ، 'مسند احمدؒ (ج۲، ص ۹۷) المکتب الاسلامی بیروت۔ نیز دیکھیے: ابن ماجہ، رقم الحدیث (۳۲۱۸، ۳۳۱۴)، السنن الکبریٰ للبیہقیؒ (ج۱، ۲۵۳) سنن دارقطنی (ج۴، ص ۲۷۱)۔
۱۲۔ الموسوعۃ الفقھیۃ، بذیل مادہ، 'ذبح، میتۃ' وزارت اوقاف، کویت۔
۱۳۔ النحل: ۸۰
۱۴۔ سنن ترمذی، کتاب الصید، باب ماجاء ما قطع من البھیمۃ فھو میت، رقم الحدیث (۱۴۸۰) نیز دیکھیے: سنن ابو داوٗد، کتاب الصید، باب اذا قطع من الصید قطعۃ، رقم الحدیث (۲۸۵۸)
۱۵۔ ابن تیمیہ، الفتاویٰ الکبریٰ (ج۱/ص۴۵)
۱۶۔ دیکھیے: حوالہ نمبر۹۔
۱۷۔ دیکھیے: الموسوعۃ الفقھیۃ، بذیل مادۃ 'جلد' و 'میتۃ' وزارت اوقاف، کویت۔
۱۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی، رقم الحدیث(۱۴۹۳) مکتبۃ دارالسلام، ریاض، ۱۹۹۶ء۔
۱۹۔ ابو داوٗد، کتاب اللباس، باب فی أھب المیتۃ، رقم الحدیث (۴۱۲۶)
۲۰۔ الموسوعۃ الفقھیۃ، بذیل مادہ، 'میتۃ'.
۲۱۔ دیکھیے: الفتاویٰ الکبریٰ (ج۱/ ص۴۵)
۲۲۔ ایضاً
۲۳۔ ابو داوٗد، کتاب الترجل، باب فی الانتفاع بالعاج، رقم الحدیث (۴۲۰۷)
۲۴۔ بخاری: کتاب الوضوء: باب ما یقع من النجاسات فی السمن والماء.
۲۵۔ بخاری: کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والاصنام، رقم الحدیث (۲۲۳۶)
۲۶۔ فتح الباری (ج۴، ص ۴۲۵)
۲۷۔ ایضاً
۲۸۔ محدث روپڑی، عبداللہ، فتاویٰ اہلحدیث، (ج۱، ص ۲۴۹)، ادارہ احیاء السنۃ، سرگودھا، ۱۹۹۴ء۔
۲۹۔ المائدہ: ۳

۳۰۔ مسلم، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر، رقم الحدیث (۴۹۷۲)
۳۱۔ مسند احمد (ج۳، ص ۴۵۳)
۳۲۔ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب لحوم الحمر الانسیة، رقم الحدیث (۵۵۲۳)
۳۳۔ ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب سؤر الهرة، رقم الحدیث (۷۵)
۳۴۔ الفتاویٰ الکبریٰ (ج ۱، ص ۴۵)
۳۵۔ نووی، یحییٰ بن شرف، شرح مسلم (ج۲، ص ۲۹۰) نیز دیکھیے: ترمذی، کتاب اللباس: بذیل؛ باب ماجآء فی جلود المیتة اذا دبغت.
۳۶۔ ترمذی، ایضا، رقم الحدیث (۱۷۲۸) نیز دیکھیے: مسند احمد (ج۱، ص ۲۱۹)
۳۷۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، المغنی (ج۱، ص ۹۲) دار عالم الکتب، مکتہ، س ، ن
۳۸۔ نووی، یحییٰ بن شرف، المجموع شرح المهذب (ج۱، ص ۲۲۸، ۲۳۹) بحوالہ الموسوعة الفقهیة۔
۳۹۔ ردالمختار (ج ۵، ص ۲۲۴)، الفتاویٰ الهندیه (ج۵، ص ۳۳۳) بحوالہ الموسوعة الفقهیة.
۴۰۔ شرح زرقانی (ج۱، ص ۲۳) بحوالہ الموسوعة الفقهیة
۴۱۔ المحلی، لابن جزم (ج۱ ص ۱۱۹ تا ۱۲۳) بحوالہ الموسوعة الفقهیة
۴۲۔ سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی جلود النمور والسباع، رقم الحدیث (۴۱۳۲) نیز دیکھیے: مسند احمد (ج۴، ص ۱۰۱)
۴۳۔ مسند دارمی، رقم الحدیث (۱۹۱۷)
۴۴۔ سنن ابو داؤد، ایضاً، رقم الحدیث (۴۱۳۰)
۴۵۔ ایضاً، رقم الحدیث (۴۰۴۹)
۴۶۔ المجموع شرح المهذب،
۴۷۔ ایضاً
۴۸۔ ایضاً
۴۹۔ المغنی (ج۱ ص ۹۳)
۵۰۔ المحلی (ج۱، ص ۱۲۲)
۵۱۔ ابو داؤد، کتاب الترجل: باب ماجاء فی الانتفاع بالعاج، نیز دیکھیے: مسند احمد (ج۵، ص ۲۷۵)
۵۲۔ فتح الباری (ج۱، ص ۳۴۲)
۵۳۔ ایضاً، ص ۳۴۳
۵۴۔ عقد الجواهر الثمینة (ج۱، ص ۱۱) الشرح الصغیر (ج۱، ص ۴۳)، بحوالہ الموسوعة الفقهیة، بذیل مادہ 'رجس' نجس، طہارة، حیوان۔
۵۵۔ المحلی (ج۱، ص ۱۱۱)
۵۶۔ دیکھیے: بدائع الصنائع (ج۱، ص ۶۳)، فتح القدیر (ج۱، ص ۸۲) نهایة المحتاج (ج۱، ص ۱۹) کشاف القناع (ج۱، ص ۱۸۱)، بحوالہ الموسوعة الفقهیة
۵۷۔ ایضاً

۵۸۔ الموسوعة الفقهية بذیل مادہ 'شعرٔ کلب، خنزیر، نیز دیکھیے: کتاب الام (ج۱، ص ۸) المغنی (ج۱، ص ۳۵)۔ واضح رہے کہ حنابلہ کی عام رائے تو یہ ہے کہ کسی بھی جانور کے بال، چمڑے، پسینے اور لعاب وغیرہ کا وہی حکم ہوگا جو اس کے جھوٹے کا ہے۔ یعنی جس جانور کا جھوٹا پاک ہے اس کی مذکورہ اشیاء بھی پاک ہیں اور جس کا جھوٹا حرام ہے اس کی مذکورہ اشیاء بھی ناپاک ہیں۔ (المغنی: ج۱، ص ۷۳)۔ اس بنیاد پر حنابلہ کے نزدیک خنزیر کے بال بھی ناپاک ہونے چاہئیں مگر امام احمد بن حنبل سے اس بارے میں دو طرح کی آراء مذکور ہیں۔ ایک تو خنزیر کے بال استعمال کرنے کی کراہت اور دوسری یہ کہ (موزوں، مشکیزوں وغیرہ کی) سلائی کے لیے خنزیر کے بال استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ امام ابن قدامہ یہ آراء لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''اگر کسی تر چیز کی ان کے ساتھ سلائی کی جائے یا تر بالوں کو سلائی کے لیے استعمال کیا جائے تو پھر وہ چیز نجس ہو جائے گی اور اسے پاک کرنے کے لیے دھونا ضروری ہے۔ لیکن ابن عقیل کے بقول امام احمدؒ سے یہ بات بھی منقول ہے کہ تر حالت میں بھی اسے دھونا ضروری نہیں۔ (المغنی: ج۱، ص ۱۰۹) اس کے بعد ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ "فالظاهر ان احمد انما عنی لا بأس بالخرز فاما الطهارة فلا بد منها والله اعلم". (یعنی امام احمد کی مراد یہی ہے کہ سلائی کے لیے خنزیر کے بال سے استفادہ جائز ہے لیکن ان بالوں کو طہارت دینا پھر بھی ضروری ہے''۔ (ایضاً)

۵۹۔ ایضاً۔ نیز دیکھیے: ابن عابدین (ج۱، ص ۲۰۴)

۶۰۔ فتح الباری (ج۱، ص ۲۷۴)

۶۱۔ امام ابن تیمیہؒ کے تفصیلی فتوی کے لیے دیکھیے: مجموع الفتاویٰ (ج۲، ص ۶۱۶

۶۲۔ الانعام: ۱۴۵

۶۳۔ دیکھیے: کتب لغات بذیل مادہ 'رجس'، 'نجس'۔

۶۴۔ المائدہ: ۹۰

۶۵۔ قرطبی، محمد بن احمد الانصاری القرطبی، تفسیر قرطبی (ج۶، ص ۸۸)، مکتبۃ الغزالی، دمشق۔ نیز دیکھیے: "الروضة الندية" لنواب صدیق حسن (ج۱، ص ۱۲۰، ۱۲۱) دارالنشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور، س ن۔ تمام المنۃ، للالبانیؒ (ص ۵۴، ۵۵)۔

۶۶۔ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب اذا شرب الکلب فی انآء احدکم فلیغسله سبعا، رقم الحدیث(۱۷۲)

۶۷۔ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب حکم ولوغ الکلب، رقم الحدیث (۲۷۹)

۶۸۔ ایضاً

۶۹۔ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب اذا شرب الکلب فی انآء احدکم فلیغسله سبعا، رقم الحدیث (۱۷۴)